

انتقاد کے لئے کتاب کے دو نئے آنا ضروری ہے

# انتقاد

تصنیف: ڈاکٹر صبحی صالح -

ترجمہ: غلام احمد حمیری، ایم۔ اے۔

## علوم الحدیث

ناشر: ملک برادرز، کارخانہ بازار، لاہول پور، پاکستان، صفحات ۷۵، قیمت ۱۵ روپے۔  
ڈاکٹر صبحی صالح کی کتاب علوم القرآن کے اردو ترجمہ سے قارئین کو اس سے پہلے واقعیت ہو جکی ہے اور  
مترجم کے نام سے بھی ان کو آگھی ہے، علوم القرآن کی طرح علوم الحدیث بھی مرتب کی گئی ہے، یہ کتاب میں عام  
مطالعے کے لئے مکھی لکھی ہیں جن کی بنیاد تحقیقی مباحثت پر ہے۔ اور ان میں معاصر اثرزیبیان و خوش اسلوبی  
سے کام لیا گیا ہے تاکہ عصر جدید کے مذاق کے مطابق علمی مباحثت اور اتفاقات و توجہ سے اذیان میں مرتکب  
ہو جائیں۔ عام اہل علم اور خصوصاً طلباء کے لئے یہ کتاب میں بے حد مفید ہیں کہ آسانی سے ان علوم کے مسائل ان کی  
سمجھیں آ سکتے ہیں، اصل کتاب عربی میں ہے جس کی زبان نہایت سلیمانی و شستہ ہے، اور طرزِ بیان دل کش اور  
عام فہم۔

علوم قرآن کے ترجمہ کی طرح علوم حدیث کا ترجمہ بھی عام فہم اور نہایت صاف زبان میں لیا گیا ہے، البتہ کہیں  
کہیں زبان کی خاصیات ہیں جن کی نشان دیجی آئندہ سطور میں کی جائے گی۔ ترجمہ کی خصوصیتیں تقریباً وہی ہیں جو علوم  
قرآن کے ترجمے میں پائی جاتی ہیں، پورنکہ مترجم اردو زبان میں اچھی دست گاہ رکھتے ہیں اس لئے عام طور پر  
ترجمہ کی خوبیوں کا سکس کو انکار نہایت مشکل سے ہو سکتا ہے، آج کل عربی کتابوں کے ترجمے کثرت سے شائع ہو  
رہے ہیں البتہ ان کی زبان کا معیار کچھ ایسا درگرگوں ہے کہ اصل کتاب کا مطلب ان کتابوں سے اکثر و بیشتر  
ظاہر نہیں ہوتا۔ بہت سے الفاظ و اصطلاحات جوں کے توں ترجمے میں باقی سہنے دیتے جاتے ہیں۔ بنا بریں  
ان اصطلاحات پر مشتمل مقامات لوگوں کی سمجھ سے باہر ہ جاتیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کراچی اور لاہور  
کے شائع شدہ اردو ترجمے ان نقائص سے کسی طرح بُری نہیں، اور جنہیں ان ترجموں سے واسطہ رہا ہے، ان  
سے یہ باتیں پوشیدہ نہیں۔

”علوم حدیث“ میں علم حدیث کی تاریخ، اصطلاحات کی توضیح اور اسی تبلیغ کے درسرے مباحثت سے

سیر جامل بحث کی گئی ہے، اس کتاب کی افادیت اس بات سے ظاہر ہے کہ اس علم کی اکثر و بیشتر قدیم و حبہ یہ کتابوں کے مباحث کا پنچھڑا اس میں موجود ہے۔ ۱۹۵۹ء میں سب سے پہلے ہیروت سے پرکتاب عربی زبان میں شائع ہوئی، ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۲ء میں اس کی دوسری او تیسرا طباعت سے ظاہر ہے کہ کتاب عام و خاص ہر طبقے سے پسندیدگی کا خراج وصول کر چکی ہے، لائق مؤلف نے اس کتاب کی تالیف میں بڑی محنت سے کام لیا ہے، اور مواد کی فراہمی نیز مستشرقین کی آراء کی تردید میں متعدد مخطوطات سے نقول اشتباه پیش کئے ہیں، اور اس لحاظ سے اس کی علمی قیمت بہت بڑھ گئی ہے اور قابل تعریف تحقیقی کارنامہ ہے۔

اس کتاب میں مقدمہ کے علاوہ پانچ باباں ہیں۔

مقدمہ میں مؤلف رقم طازہ ہیں۔ اُس کا خاص پہلو یہ ہے کہ یہ ہماسے لا ذوال علمی در شہ کو قلامت کی گرد و غبار سے پاک کر کے بیش قیمت اور نادر افکار و نظریات کو ایسے اسلوب انداز میں پیش کرتی ہے جو نہایت واضح بھی ہے اور عصر حبید سے ہم آہنگ بھی۔

مؤلف نے صرف یہیں کی علم کی حدیث سے متعلق معلومات کو بیجا کیا ہے بلکہ مشق کے مکتبہ ظاہر ہو کے اہم مخطوطات سے پوری طرح فائدہ اٹھایا ہے، ساتھ ہی ان کا دعویٰ ہے۔

مد المبتدا ہم نے نقی محتاط اور خلاصہ نویسی پر استفاذہ ہیں کیا بلکہ علم کی حدیث میں علمائے سلف کے آثار و اقوال کا تنقیدی و تاریخی جائزہ لیا اور ان افکار و آراء کا موزونہ کیا ہے اور غاری کو بنے کار جدل و بحث میں شہید الْجھا یا۔ ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ علمائے سلف کی گواہ بہا اور نادر تصنیف میں جو اصطلاحات تکثیر و پھری پڑی ہیں ان کا سب باب اور خلاصہ بیان کر دیں۔

”ہم نے ناقابل تردید دلائل کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کتابتِ حدیث کا آغاز سرور بر کائنات صدی اللہ علیہ وسلم کی نزدگی میں ہو چکا تھا۔ تاریخی دستاویزات و کتب و رسائل کے حوالے سے ہم اس نسبت یہ پرسنچے ہیں کہ حضرات صحابہؓ نے حفاظتِ حدیث کے مبنی میں صرف حافظہ ہی پر اعتماد نہیں کیا تھا بلکہ عبد رسالت میں احادیث کو اپنے سینہ میں جگہ دینے کے ساتھ ساتھ نسینہ میں بھی منتقل کر لیا تھا۔“ پہلے باب میں پانچ فصلیں ہیں جن میں حدیث دست اور دوسری فنی اصطلاحات تدوینی حدیث،

اخذِ حدیث اور حدیث کے مرکزوں کی تفصیل درج ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث سے تعبیر کرنے کے باسے میں مصنف لکھتے ہیں، ”صفحہ ۱۹۱ سالار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اپنے قول کو حدیث کا نام دیا۔“ گویا آپ نے یہ نام رکھ کر اس کو ان دیگر

امور سے ممتاز و ممیز کر دیا جن کی نسبت آپ کی طرف کی جاتی ہے، اس طرح آپ نے لفظ حدیث کی وہ اصطلاح پہلے ہی مقرر فرمادی جس پر محمد بنین نے آگے جل کراتفاق کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ روز قیامت آپ کی شفاعت کی سعادت کس کے حصہ میں آئے گی؟ آپ نے جواب فرمایا:- ”مجھے معلوم تھا کہ ابوہریرہ سے پہلے کوئی شخص مجھ سے اس حدث کے باسے میں سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ طلب حدیث کے بہت حریص ہیں۔“

اسی طرح ”سنّت“ کی اللغی تحقیق کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:- ”جب عربوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے علیکم بستی کے الفاظ سننے تو انہوں نے نورِ اسم مجھ لیا کہ اس سے نبی کیم صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے اطوار و آداب ہرا دیں۔“ قرآن پاک نے اسی مضموم کی وضاحت اس طرح کر دی ہے: وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں اچھی شال ہے)۔ مزید تفصیل اس آیت پاک میں کردی گئی ہے:- مَا تَأْكِمُ الرَّسُولُ فَخَذِدَهُ وَ مَا نَهَا كَمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (جو کچھ (آداب و سنن) تم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دیں اُن کوے لو اور جن سے منع فرمائیں ان سے باذر ہو۔) دونوں آیتوں کا مفہوم عملی زندگی سے ہے۔

مصنف نے دوسری فصل میں تدوینِ حدیث پر بحث کی ہے، اور اس سلسلے میں مشترقین کی آراء پر بھی لفڑو تبصرہ کیا ہے، تیسرا فصل میں علم حدیث کے حصول کے طبقات و مرتب اور رواۃ حدیث کے واقعات اور جو تھی میں علم حدیث کے درس و تدریس کے لئے عمارتوں کی تعمیر اور محدثین کے احترام والاقاب کی تفصیلات مذکور ہیں، پانچھویں فصل میں اخذِ حدیث کے طریقوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

دوسرا باب میں میں فصلیں ہیں اور ان میں علومِ حدیث کی کتابوں، روایت و درایت کے لحاظ سے علم حدیث کے اقسام، کتبِ حدیث اور ان کے طبقات و مرتب اور رواۃ حدیث کے شرائط درج ہیں۔ تیسرا باب میں سات فصلیں ہیں جن میں صحیح، ہونواع، جسن، ضعیف اور حدیث کے مشترک اقسام نیز روایت و درایت کی تفصیلی بحثیں ہیں۔

چوتھے باب کی فصلوں میں حدیث کی تشریعی اہمیت، حدیث کے جگہ ہونے کے مفہوم اور دیگر علم پر حدیث کے اثرات کی وضاحت کی گئی ہے۔

پانچواں باب مختلف راویوں کے طبقات سے بحث کرتا ہے، اور پہلی فصل میں ابن سعد اور اس کی معکرة الاراء تصنیف طبقات کے اسلوب و خصائص کا ذکر ہے، دوسری فصل میں طبقات رواۃ، تیسرا میں

صحابہ کا تعارف، جو بھی میں کب اس تابعین کا تعارف، پانچوں میں بعض اتباع تابعین کا تعارف اور جو بھی میں اتابع تابعین کے بعض بلا مندہ کا ذکر ہے، یہ باب مزید تحقیق و تبصرہ کا محتاج ہے۔

یہ تحقیقت ہے کہ محدثین اور مومنین اسلام نے اپنے اپنے علم کے تجزیہ و تحلیل میں بڑی کد د کا دش کی ہے، اور قرآنی علوم کے ساتھ اتنا برتنے کے ساتھ ساتھ علوم حدیث کی تنظیم و ترتیب شاہد ہیں کہ متن حدیث نیز سند حدیث اور رواۃ حدیث کی بحثیں جس طرح علماء اسلام نے مددوں کی ہیں ان کی مثال اقوام دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے، آج متشرقین یا منکرین حدیث جو دلائل و براہین اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں وہ درحقیقت انہیں محدثین اور مومنین اسلام رجال کے بیانات پر مبنی ہیں، اگر ان کی تصنیفات موجود نہ ہوتیں تو ان کے شکوک و شبہات کی کوئی حقیقت نہ ہوتی، قابل غور و فکر یہ امر ہے کہ معاصرین کے بیانات اپنے احباب و رفقاء یا اپنے زمانے کے اہل علم و محدثین کے باسے میں کہاں تک حرم و احتیاط کے بغیر قابلِ دلوقت سمجھے جاسکتے ہیں، جب کہ ہم اس زمانے میں بھی بعض نفسیاتی اور اجتماعی حالات کے ماتحت خود اپنے احباب و رفقاء اپنے زمانے کے اہل علم و اہل حدیث کے باسے میں بعض عام طور پر مشہور بالتوں یا متعصباً نہ آمد کے اظہار میں حرم و احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ کم از کم اپنے زمانے کے اہل نہ ہو اتفاق، اہل علم و عمل، نیز پورپ و امریکہ کے اہل علم و اربابِ ثقافت جن سے کاتبِ سطور کر ملنے کا اتفاق ہوا ہے، یہی تیجھے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی مکروہی میں یہ بات داخل ہے کہ اپنے اہل زمانہ کے متعلق کبھی سخت تبصرہ کا اظہار واقع ہو یہی جاتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مبصر اپنے ماحول، اپنے علم و فہم اور اپنے انفرادی احساسات و وقار سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اور ہزار احتیاط سے کام لینے پر بھی لاشعوری طور پر تنقیص و تعریف کا مرتبہ ہو جاتا ہے۔

بنابریں آج بیسویں صدی میں قرونِ اولیٰ کے کسی رادی کو یہ سخت ساقط الاعتبار قرار دینا بڑی جیارت و لامعنی کا اظہار ہے، سارے بیانات کا جائزہ لینا اور اس وقت کے حالات کا تجزیہ کرنا ایسے کسی حکم کے صادر کرنے سے پہلے لابدی اور انسانی فریضہ ہے۔

علوم الحدیث کے مؤلف، راویوں، اسناد و متن سے یہ شامل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں، ”(ص ۳۴۸) جب اس کے ساتھ مختلف زمانوں میں راویوں کے درج و تقویٰ طلب حدیث کی راہ میں صعبات و مشکلات کے بحوم اور حدیث نبوی کی تدریجی قیمت کے احساس کو بھی شامل کر دیا جائے تو ہم بلا جھک کہ سکیں گے کہ قوت نکر و نظر میں اصولِ حدیث کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی۔“

”یہ امر موجب حیرت ہے کہ جن مخطوطات و مدونات اور صحیفوں کا ذکر تم نے کیا ہے ان کے مطابع کی نجت اٹھانے کے بعد مستشرقین یہ دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں کہ اسناد کے سوامتن کی صحت کا کوئی طریق ممکن نہیں۔ نیز یہ کہ عربوں نے محض سند ہی کے ساتھ اعتبار کیا ہے، (متن کا خیال نہیں رکھا) حیرانی ہے کہ اکابر مستشرقین نے کس طرح یہ مغالطہ فیض کی جارت کی اور محض حدیث اور محدثین کو ہفت تنقید بنانے اور اس کے نصوص و متون کی اہمیت لکھانے کے لئے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کر دیں۔“

”جب مذکورہ صدر بیانات کے ساتھ ان تاریخی دستاویزات کو بھی شامل کر لیا جائے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت حدیث کا آغاز عہدِ رسالت میں ہو چکا تھا، تو مستشرقین اور ان کے ہم نوازوں کے حسین خواجوں اور ائمگوں کے محل خود بخود مشہد ہو جاتے ہیں۔ ان تاریخی حقائق سے یہ صداقت فکر کر سامنے آجائی ہے کہ تعلیم و تربیت میں محدثین کے طرق و منارج کیا تھے، اور جن الفاظ کے ساتھ وہ حدیث کے انزوں روایت کی مختلف صورتوں میں فرق کرتے تھے، ان میں کس حد تک تشدید سے کام لیتے تھے؟“  
آخر کتاب میں برتریب حروف تہجی مأخذ و مصادر کی فہرست درج ہے۔

کئی کتاب یا مقالے کے ترجیح کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ مترجم حقی الامکان مولف کے بیان کو بلا خلاف اضافہ مناسب الفاظ میں اپنی زبان کے محاورے کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی زبان میں تحریر کرے، جو اصطلاحات سمجھ سے باہر ہوں اُن کے مفہوم کو مشوی سے سمجھ کر ادا کرنے کی کوشش کرے اور اگر مشوی کے بعد بھی فہم میں نہ آئے تو اس کی صراحت کرے۔

کتاب زیرِ تبصرہ میں کچھ قطباعت کی غلطیاں ہیں جو بہت کم میں اور جبکہ کوچھ حصے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے، اور کچھ محاوی سے اور بیان کی غلطیاں ہیں جن کی صحت آئندہ اشاعت میں بآسانی کی جاسکتی ہے۔ اولین قسم کی غلطیاں کی نشان دہی کی ضرورت نہیں، البتہ درسری قسم کی چند شاید پیش کی جاتی ہیں:  
ص ۷: ”تصانیف و توالیف“: تالیف کی جمع تالیفات صحیح ہے، توالیف کوئی لفظ نہیں۔

ص ۸: ”آن نتخلص المقاييس النقدية“: ”آن کا لب بباب اور خلاصہ بیان کر دیں“، ترجمہ یون ہرنا چاہیئے، ”گران بہا اور نادر تصانیف کے اصطلاحات کثیرہ سے نقد و استقاد کے اصول و معیار کو الگ کر لیں“  
ص ۹: ”ملا و الارض علا“: ”کاتجہ“ جنہوں نے کائنات اراضی کو حدیثِ نبوی کے علم سے بھروسیا۔ ”کائنات اراضی کی جگہ“ سارے جہاں چاہیئے۔

ص ۱۰: ”حدیث نبوی سے احتجاج نہیں کرتے“: ”احتجاج کرنا“ اُردو میں جنت پکڑنے کے معنی میں نہیں ہے، اس

کامیحی مفہوم، "خلاف میں آواز بند کرنا ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہو گا: "حدیث نبوی کو محبت نہیں مانتے" ص ۷۸، اگر ہم محدثین بالعلوم ..... بالعلوم" کا اضافہ مترجم نے اپنی طرف سے کیا ہے۔

ص ۶۲، فلینی صحیح: "نصیحت کرتے ہوئے کہہ سکتا ہے" ، ولیست جب بیش کر سکتا ہے۔ ولیقل ..... مدافعاً تردید میں کہہ سکتا ہے، ان افعال سے فعل کے کرنے پر اصرار کا انطباق کیا جاتا ہے اور ترجیح سے تاکید اصرار نہیں سمجھا جاتا۔

ص ۴۲: "خسب مدح شرفاً نهم حفظوا سنن المهدی حين ضيغىدا الناس" (عربی ص ۹) ترجمہ ملاحظہ کیجھے: "ان کے لئے یہی اعزاز کافی تھا کہ انہوں نے احادیث نبویہ کو ضائع ہونے سے بچایا"۔

ص ۹۴: میں حاشیہ اللہ کی جگہ کا تعین غلطی سے رہ گیا ہے، اسی طرح صفحہ ۹۸ پر شعبہ بن حجاج کی دفات کا سنہ غلطی سے ۱۱۶ھ کی جگہ ۱۱۶ھ تحریر ہے۔

ص ۱۹۹: آخری پیراگراف بھی اصل عبارت عربی سے دُور جا پڑا ہے: عربی عبارت (ص ۲۲)، نالافتادہ علی انسان ولو غاظ السراوی سفه یستقط العدالة، لأن هؤلام السراوة كانوا يميزون بسلام الاحلاق، ولهم أداب خاصة ومناجي في التربية والتعليم ينفردون بهما من بين سائر العادات من قدامی و محدثین، في الشرق والغرب۔

ترجمہ ملاحظہ ہو (ص ۹۹) :

"مذکورہ صدر واقعہ سے روشن ہوتا ہے کہ کسی شخص پر افتراض پر داری اس کو خارج العدالت کر دیتی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اس کے ناراض کرنے پر جھوٹ باندھا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رواۃ حدیث اخلاقی حسنے میں ممتاز ہو اکرتے تھے، اور ویگر علماء و محدثین میں مخصوص آداب و اطوار کے اعتبار سے وہ اپنا ایک مقام رکھتے تھے"۔

اسی طرح اسی مکمل سے قبل کی سطرنی بھی اصل عربی عبارت کا ترجمہ نہیں سمجھی جا سکتیں، ایک عبارت کو دیکھ کر اپنے الفاظ میں اس کے مفہوم کو ادا کرنے کا نام ترجمہ نہیں بلکہ 'PARAPHRASING' ہے۔

ترجمہ میں اس بات کا خیال ضروری ہے کہ اصل عبارت کا پورا پورا مفہوم اسی طرح ادا ہو جائے جس طرح اصل عبارت کے لکھنے والے نے ادا کرنا چاہا ہے، اور اپنی طرف سے نہ کوئی لفظ کی زیادتی کا ارتکاب کے نہ کسی لفظ کے حذف کرنے کا مجرم بنے۔ لفظ و فقر کے ترجیح میں یہ فرق ہے کہ فقر کا ترجمہ کرنے والا اوزان و قوانی کا پابند نہیں ہوتا اور اس کو آزادی حاصل رہتی ہے، اور اسی لئے اس سے ذلاسی غلطی بھی قابل عفو نہیں

سمجھی جاتی ہے، نظم کے منظوم ترجمہ میں مترجم کی ذمہ داری نسبتاً کم ہو جاتی ہے اور اس کو یہ غدر حاصل رہتا ہے کہ اس نے نظم میں ترجمہ کیا ہے اور نظم کے قواعد و ضوابط کی وجہ سے اس کی کوتا ہی جنم نہیں سمجھی جاتی۔ ترجمہ کے مختلف مقامات کو اصل عربی عبارتوں سے مقابلہ کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ مترجم نے مؤلف کے بہت سے الفاظ اور جملوں کو ترجمہ میں نظر انداز کر دیا ہے۔ مثلاً

ترجمہ ص ۳۷۳: ..... وَهَا أَپْنِي نَظَرِيَةَ كِتَابِيَّةَ مِنْ إِنْ قُرْآنِيَّ آيَاتِ سَعَيْتُهَا وَكَرْتَهُ مِنْ جِنْ مِنْ اطَّاعَتِ رَسُولَ كُوْفَرَ قَرَارَ دِيَأْيَيَا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو وہ اہل علم میں شمار نہیں کرتے۔ اصل عربی ص ۲۹۱: ..... وَإِذَا رَأَيْتُمْ هَذَا بِالْأَيَاتِ الْقَرَانِيَّةِ تَفَرَّضُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اتِّبَاعُ الرَّسُولِ، وَالْتَّسْلِيمُ لِحَكْمِهِ، وَرَأَوْا مِنْ يَحْكَى خِلَافَ هَذَا الْمَذَهَبِ غَيْرَ خَلِيقٍ بِالْإِنْتِسَابِ إِلَى الْعِلْمِ وَإِلَهَهُ .....

دوسری خامیوں کے علاوہ اس ترجمہ میں "وَالْتَّسْلِيمُ لِحَكْمِهِ" کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ اسی طرح اسی صفحہ پر: دانشائکوں طاعتہ بالتزامِ سنتہ والعل بحدیثہ، کامقابلہ ذیل کے ترجمے سے کیجئے: (ص ۳۷۳): آپ کی اطاعت کی صورت صرف یہی ہے کہ حدیث و سنت کی پیروی کی جائے۔ "والعل بحدیثہ" کو بالکل ترک کر دیا گیا۔

اشٹہ بالا کے بیان کرنے سے یہ غرض نہیں کہ ترجمہ کی افادیت و اہمیت سے انکار کیا جائے۔ بلکہ جملی غرض و نایت یہ ہے کہ تم ترجمیں پر لازم ہے کہ اپنے کاموں کو محنت و جانشناشی کے ساتھ ساتھ حرم و احتیاط سے انجام تک پہنچانے کی کوشش کریں، اس زمانے میں جب کہ علوم و فنون کی فراوانی ہے، اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ جہاں تک بوسکے EXACT (ہو ہو) ترجمہ اصل کے مطابق ہو اور حتی الامکان شرح و روانہ سے ترجمہ باک ہو۔ آفریں فاضل ترجمے سے امید ہے کہ وہ زبان اردو کو علمی عربی کتابوں سے اسی طرح مالا مال کرتے رہیں گے اور آندرہ اشاعتوں میں اپنے ان ترجموں پر نظر ثانی کر کے مزید علمی خدمات سے ہم بھروسہ و رہنائیں گے، پاکستانی طلباء کے لئے یہ کتابیں شہادت مفید ہیں اور اپنے اسلاف کے علمی کارناموں سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے بہترین ذریعہ -

(محمد صغیر حسن معصومی)

